© rasailojaraid.com

قرآن اپنے متعلق کیا کہتا ہے؟

ازجناب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

(۶)

احسن الحدیث آپ بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ جس کتاب کے اوصاف وخصائص اور امتیازات وہ ہوں جن کا ذکر سطور بالا میں تفصیل سے ہوچکا ہے تو اُس سے بہتر دوسرا کوئی کلام یا دوسری کوئی بات کیسے ہوسکتی ہے؟

کیونکہ اگر یہ صحیح ہے کہ کسی کلام کی عظمت وجلالت متکلم کی شخصی عظمت وجلال سے وابستہ ہوتی ہے اور ہر ایک ظرف سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں موجود ہوتا ہے تو پھر تم ہی فیصلہ کرو کہ کلام الٰہی کا مقام کیا ہونا چاہیے اور جس کتاب اور کلام کی نسبت ذاتِ خداوندی سے ہو اُس کو کس منقبت سے یاد کرنا چاہیے۔

وہ جب دورِ ماضی کے واقعات بیان کرتا اور اُن کے ذریعہ موعظت وعبرت کے درس دیتا ہے، وہ جب اوامر ونواہی سے متعلق خطاب کرتا ہے اور قبول وعدمِ قبول، وعدو وعید کو سناتا ہے، وہ جب کتبِ سماویہ کی تصدیق اور مہیمن بن کر اُن کے نسخ وتحریف کا اعلان کرتا ہے، وہ جب اپنے اعجاز کو پیش کرکے پیروانِ مذاہب وملل کو چیلنج کرتا ہے، وہ جب غوامض واسرار سے پردہ اُٹھا کر حقائق کی روشنی میں ماضی اور مستقبل کے درمیان رشتۂ اتحاد کو واضح اور ظاہر کرتا ہے تو چشمِ بصیرت افروز اور قلبِ عبرت آموز ایک لمحہ کے لیے بھی یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرسکتے کہ لاریب قرآن "احسن الحدیث اور بہتر بات" ہے اور اس کے امتیازات وخصوصیات کا مقابلہ دنیا کی باتیں، حکمتیں، احکام ومواعظ توکیا کرسکتیں کتبِ سماویہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے بھی کوئی کتاب اور کوئی صحیفہ اس کے برابر نہیں رکھا جا سکتا۔

وہ احسن الحدیث ہے اس لیے کہ کوئی بات اپنی ادا اور تعبیر میں اُس کے حُسنِ اعجاز کو نہیں پہونچتی، اس لیے کہ کوئی کلام اُس کے غیر متبدل نظم و معانی کے علو اور بلندی کو نہیں پہونچتا اس لیے کہ کوئی کتاب اُس کی موعظت و عبرت آموز نصیحت کے معیار کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس لیے کہ صحیفۂ غیب و شہود کے فیصلے اُس سے بہتر نہیں اور اُس کی ہمسری کرنے سے عاجز و درماندہ ہیں۔ اس لیے قرآن کا یہ دعویٰ آفتابِ درخشاں کی طرح منور ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ۔

مثانی قرآنِ عزیز یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ میری امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ میں "مثانی" ہوں "ثنیٰ" لغت میں "دو۔ دو" کا مفہوم ادا کرتا ہے گویا کوئی بات اگر مکرر کہی جائے یا کوئی کام اگر دہرایا جائے تو اُس پر "مثنیٰ" بالتشدید کا اطلاق ہوا کرتا ہے اور قریب قریب اسی مفہوم کو "مثنیٰ" بالتخفیف ادا کرتا ہے اور اعادہ و تکرار کا مطلب لیا جاتا ہے۔ پس قرآنِ عزیز اس لیے مثانی ہے کہ اُس کے اکثر و بیشتر احکام اور مواعظ و قصص، عبرت و نصیحت اور دل نشینی و دل پذیری کی خاطر مکرر اور بار بار دہرائے گئے ہیں اور علم النفس کے ماہرین کو اعتراف ہے کہ پند و نصیحت کے مضامین کو دہرانا اور اُن کا بار بار اعادہ کرنا مقصدِ موعظت و بصیرت کے لیے نہ صرف مستحسن بلکہ ضروری ہے۔

اور اگر یہ معنی لیے جائیں کہ اس کتاب میں خدائے برتر کی ثناء و منقبت کا پہلو تمام کتبِ سماویہ پر فائق و افضل ہے نیز اس کی بلاغت و فصاحت کا اعجاز گویا متکلم کی رفعتِ قدر و جلالتِ شان کی ثنا میں رطب اللسان ہے تو بھی قرآن اس مفہوم کے پیشِ نظر بلا شبہ "مثانی" ہے اور اس صورت میں اس کو "مثنیہ" بمعنی "ثنار" کی جمع تسلیم کرنا ہوگا۔

غرض ادا، و تعبیر ہو یا بندشِ نظم و الفاظ، مفاہیم و مطالب ہوں یا معانی و مقاصد ہر حیثیت سے قرآنِ حکیم "مثانی" ہے اور یہی اس کے اعجازِ کلام کے متعدد دلائل و براہین میں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روشن برہان ہے، اس لیے کہ جب وہ کسی واقعۂ ماضی پر عبرت و بصیرت کے لیے روشنی ڈالتا ہے یا جب وہ کسی امر و نہی کا اعلان کرتا ہے یا معاش و معاد کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ سناتا ہے تو باوجود اس امر کے کہ ایک ہی واقعہ، ایک ہی حکم، ایک ہی مثال اور ایک ہی فیصلہ ہوتا ہے تاہم وہ اُن کو معجزانہ اسلوبِ بیان کے ساتھ اس طرح مختلف طریقوں سے بیان کرتا ہے کہ ہر ایک مقام اپنی جگہ مستقل اور ضروری نظر آتا ہے اور کسی ایک جگہ کے متعلق بھی بے محل اور غیر مستحسن ہونے کا تو ذکر ہی کیا ہے غیر ضروری کہنے کی جسارت نہیں کی جا سکتی اور اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جس نہج اور جس اسلوب سے اس کا ایک جگہ ذکر ہوا ہے وہی اس کے لیے موزوں سے موزوں تر تھا اور اُس کی تکرار زیادہ سے زیادہ حلاوت و شیرینی کا باعث ہوتی ہے نہ کہ ملال و دل تنگی کا اور قندِ مکرر کا اس سے بہتر نمونہ دنیا آج تک پیش نہیں کر سکی پس اگر اس لحاظ سے بھی اس کو "مثانی" کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا کی کوئی سماوی کتاب کی تلاوت کیجیے الفاظِ کتاب کو ایک سے زیادہ مرتبہ تلاوت کرنے کے بعد اُس کے مسلسل پڑھتے رہنے کا ذوق پیدا نہیں ہوتا اگر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ معتقدانہ عشق و محبت کے پیشِ نظر اُس کے مطالب و مفاہیم کے لحاظ سے ہو سکتا ہے لیکن قرآنِ عزیز کا نظمِ الفاظ اپنے اندر وہ جاذبیت رکھتا ہے کہ ایک ناسمجھ بچہ اور عربی زبان سے ایک ناواقف شخص بھی جب اُس کو تلاوت کرتا ہے تو اُس کے ذوقِ تلاوت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ بار بار خمار آلود انسان کی طرح پڑھتا اور حظِ وافر حاصل کرتا ہے کیا اچھا کہا ہے کسی حکیم و دانا نے قرآن کے متعلق یہ جملہ کہ " دنیا میں ایسی نثر جس کی ادا کا شیریں سے شیریں نظم بھی مقابلہ نہ کر سکتی ہو قرآن ہے۔"

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ	اللہ نے اتاری بہتر بات، کتاب آپس
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ	میں ملتی، دہرائی ہوئی۔ بال کھڑے ہوتے ہیں
مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ	اُس سے جلد پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے
رَبَّهُمْ (زمر)	ہیں اپنے رب سے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض علماء اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ چونکہ قرآنِ عزیز میں سورۂ فاتحہ بھی شامل ہے اور اس کا جزء ہے اور وہ بار بار نماز میں دہرائی جاتی ہے اس لیے قرآن کو بھی "مثانی" کہا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ — اور ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں

الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمِ (حجر) — وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا۔

بشیر و نذیر قرآنِ حکیم جب کہ الہامی کتاب اور کلام الٰہی ہے اور وہ کائنات کی رشد و ہدایت کے لیے نسخۂ کیمیا اور اکسیرِ اعظم ہے تو رشد و ہدایت کا فطری تقاضہ ہے کہ وہ "بشیر" بھی ہو اور "نذیر" بھی۔ کیونکہ کوئی ہدایت، ہدایت نہیں ہو سکتی جب تک وہ احکامِ الٰہی کے امتثال پر بشارت نہ سناتی ہو اور منہیات کی جانب رغبت پر عذابِ الٰہی سے نہ ڈراتی ہو در اصل مذہب ہی ایسی پونجی ہے جو انسان کا اُس کے خالق و مالک کے ساتھ صحیح ارتباط پیدا کرتا اور آقا حقیقی کا بندوں کے ساتھ حقیقی تعلق قائم رکھتا ہو۔ وہی انسان کو نیک کرداری پر اجر کی بشارت دے کر نیک بناتا اور بدکرداری پر خوف و عذاب کی نذارت سنا کر بدی سے باز رکھتا ہے۔ وہی یہ بتلاتا ہے کہ یہاں ہر عمل کسی نتیجہ کے ساتھ مربوط ہے اور ہر ایک کردار اپنے ثمرہ اور نتیجہ سے منسلک ہے۔ یہاں پاداشِ عمل کے قانون سے غافل ہو جانا ہلاکت اور اس کو پیشِ نظر رکھ کر زندگی کی منزلیں طے کرنا عقل و نطانت ہے۔ اس لیے نیکی اور بدی ایسے شجر ہیں جن کے پھل ایک دوسرے سے متضاد ہی وجود پذیر ہو سکتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ نیکی کے شجر پر بدی کا پھل اور بدی کے درخت پر نیکی کے پھول اُگ آئیں۔ اگر آگ کا کام گرمی پہونچانا ہے اور پانی کی ڈیوٹی خنکی کا فائدہ دینا تو بدی کے ذریعہ باغِ جناں کی توقع کرنی اور نیکی کے بیج سے نارِ جہنم کے پودے کا انتظار کرنا اہلِ خرد کا کام نہیں ہے۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کے ذکر کا نام بشارت و نذارت ہے اور ان حقائق کے پیش کرنے والے کو "بشیر" و "نذیر" کہتے ہیں چنانچہ یہ خدمت انبیاء و رسل کی زبانِ وحی ترجمان بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادا کرتی رہی ہے اور وہ کتبِ سماویہ بھی جو خدا کی ہدایت و رشد اور دعوتِ حق کے لیے نازل ہوتی ہیں۔

پس قرآن کہتا ہے کہ جس طرح مجھ سے پہلے خدا کی کتابیں بشیر و نذیر بن کر آئی ہیں اسی طرح میں بھی بشیر و نذیر ہوں، فرق صرف اسی قدر ہے کہ مجھ سے قبل کتبِ سماویہ کا نزول خاص خاص ملکوں اور قوموں تک ... رہا ہے اور میں قانونِ کامل، پیغامِ مکمل بن کر رہتی دنیا تک تمام کائناتِ انسانی کے لیے نازل ہوا ہوں اور میرا یہ امتیاز تمام صفاتِ عالیہ کے اندر جاری و ساری ہے اور میرا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ میں اسود و احمر اور ابیض و اصفر سب ہی کے لیے بشیر و نذیر ہوں۔

میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ اعمال اور جزاءِ اعمال کے درمیان گو عقلی اور فطری رشتۂ لازم و ملزوم قائم ہے تاہم یہ رشتہ علت و معلول کا رشتہ نہیں ہے کہ اندھی فطرت اور بے شعور قدرت کے ہاتھوں قائم ہے اور ان کے مرتب و ناظم کے ارادہ و اختیار کو اس بارہ میں قطعاً کوئی دخل نہیں بلکہ مرتب و ناظم کہنا ہی غلط ٹھہرے اس کے برعکس مذہب اور دین کا پیغامِ حق اس شہادتِ کبریٰ کا بھی اعلان کرتا ہے کہ یہاں عمل اور پاداشِ عمل کا معاملہ گو قانونِ قدرت کے زیرِ اثر کارفرما ہے تاہم یہ قانونِ فطرت اور نیچر پر متصرف قانون قدرت اس برتر ہستی کے یدِ قدرت کی گرفت میں ہے جو بے قید قدرت کے ساتھ ساتھ ارادہ و اختیار بے چون و بے چگون کی بھی مالک ہے اس لیے اس درگاہ میں دیر تو بے بھی وا ہے اور ہر لمحہ یہ بشارت ٹوٹے ہوئے دلوں اور گناہ پر شرمندہ عاصیوں کے لیے مرہم کا کام دیتی ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا	(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا	اے میرے وہ بندو جو (گناہ کرکے)
مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ	اپنے نفسوں پر حد سے گذر گئے ہو
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا	خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ بلا شبہ اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے
(زمر) بلا شبہ وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

اور نکوکار انسانوں کو ڈراتا ہوں کہ کہ کہیں نکوکاری پر نازاں اور مغرور نہ ہو جانا کہ ساری نیکی برباد ہو کر شعلۂ نار کا ذخیرہ نہ بن جائے۔

هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اُس نے
مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم
فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا اپنی ماؤں کے پیٹوں میں چھپے تھے
أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ تو اپنے آپ کو پاک نہ کہو، وہ خوب
بِمَنِ اتَّقَىٰ ○ ۳۳/۳۵ جانتا ہے جو متقی ہے۔

اور ان دونوں باتوں کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی واضح کرتا ہوں کہ ثواب و عقاب کا یہ تعلق چونکہ نیک و بد اعمال کے ساتھ وابستہ ہے اس لیے یہ تعلق قانونِ فطرت کے بہ نظرِ صحیح اور درست ہے لیکن یہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اعمال کا یہ تعلق اپنے ثمرات کے ساتھ حقیقی نہیں بلکہ صاحبِ ارادہ و اختیار ہستی کے قائم کر دینے پر ہے کہ اُس نے یوں ہی فیصلہ کیا ہے اور اس طرح قانون بنا دیا ہے لہٰذا جنت و جہنم اور ثواب و عقاب کا حقیقی تعلق اُس کے اپنے فضل و کرم سے وابستہ ہے اور جنت و جہنم اُس کی رضا، و عدم رضا کا ثمرہ و علامت ہے معلول نہیں۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ بس یہی وہ حقیقت ہے قرآن عزیز جس کا اس طرح اظہار کرتا ہے

كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ایک کتاب ہے کہ جدا جدا کی گئی
قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ہیں اُس کی آیات قرآن ہے عربی
بَشِيرًا وَنَذِيرًا زبان کا سمجھ والوں کے لیے خوشخبری
سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مبارک ۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ جو کتاب ہدایت وسعادت کا پیام، فلاح ونجاح کی رہنما معاش ومعاد کی رہبر، پند وموعظت کا ذخیرہ، حکمت وحکم کا مخزن، قصص وامثال کا معدن، خطابتِ حق کا مبلغ، دعوتِ الی الحق کا منادی، نیکی وبدی کی بشیر ونذیر ہو اُس سے زیادہ اور بہتر کون سی کتاب ہوسکتی ہے اور جب سرمدی اور ابدی نجات کا سوال درمیان میں آجائے تو قرآن کے ماسوا کس کو پیش کیا جاسکتا ہے تو ایسی کتاب ہی اگر "مبارک" نہ کہلائے تو پھر اس موقر لقب اور معزز خطاب کا استحقاق کس کو پہونچ سکتا ہے؟ بلاشبہ قرآنِ حکیم مبارک کتاب ہے اور جب کہ اُس کی نازل کرنے والی مقدس ہستی خود صاحبِ برکت وسعادت ہو "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ" اور جس کا نزول مبارک رات میں ہوا ہو "إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ" تو پھر وہ کلام کیوں "مبارک" نہ ہو۔

هَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ — یہ کتاب ہے ہم نے اُس کو اُتارا

فَاتَّبِعُوهُ — ہے مبارک پس تم اس کی پیروی

(انعام) — کرو

منادی ندا، پکار، صدا، اُس آواز کا نام ہے جو غافلوں کو ہشیار، خوابیدہ کو بیدار، اور بے پرواہ انسانوں کو خبردار، کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ قرآن بھی اس مفہوم کے پیشِ نظر پکارنے والے کی پکار، صدائے خوش ہنگام اور ندائے ازخوابِ گراں خیز ہے وہ صوتِ ہادی ہے اور برقِ باطل سوز، وہ رعدِ حق ہے اور صدائے دل آویز، اس صدا نے دکھی دلوں کو تسکین دی، بہروں کو شنوا، اندھوں کو سوجاکھا اور گونگوں کو گویا بنادیا۔

یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کی آواز بے شک صحرا میں ایک پکارنے والے کی پکار تھی مگر بنی اسرائیل کی بھٹکتی ہوئی بھیڑوں کے لیے، یسوع مسیح کی صدا یقیناً صدائے حق تھی مگر فریسیوں، صدوقیوں، اور اسرائیلیوں کے لیے۔ ندائے موسیٰ بلاشبہ صوتِ ہادی تھی لیکن فرعونوں اور یہودیوں کے لیے لیکن قرآن کی ایک ہی رعد آسا اور برق مثال صدا نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سارے عالم کو جگا دیا اور تمام کائنات میں اپنی صوتِ ہادی سے تہلکہ ڈال دیا اور ہر سمت اور ہر گوشہ میں اقدارِ عالم کو زیر و زبر کر دیا۔

نہیں وہ ڈھول کی آواز نہیں ہے کہ تہی دامن ہو اور نہ وہ رعد کی کڑک ہے کہ شنوا کو بہرہ بنا دے اور نہ وہ برقِ چشمک زن ہے کہ بصارت و بصیرت کو بے نور کر دے اور نہ وہ صحرا میں پکارنے والے کی صدا ہے کہ بے اثر ہو کر رہ جائے بلکہ وہ ندائے حق ہے، صوتِ ہدیٰ ہے، صدائے خدا ہے، اس لیے حق کی سربلندی، ہدایت کی سربراہی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی آبیاری اُس کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔

کامرانی اُس کے دامن کو چومتی اور کامگاری اُس کے قدموں پر نثار ہوتی ہے اور "اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ" کا اعلان کر کے اپنے فداکاروں کے لیے معراجِ فلاح و نجاح کا تمغہ بخشتی اور تاجِ علو عطا کرتی ہے۔

یہ جو کچھ کہا گیا اور کہا جا رہا ہے لفظی صف آرائی اور تعبیری زیب و زینت و زیبائی نہیں ہے بلکہ ناقص اور درماندہ الفاظ و عبارت میں اصل حقیقت کا اظہار ہے۔ یہ مبالغہ تو کجا حقیقتِ ثابتہ کے رخِ روشن کی صحیح تصویر بھی نہیں حقیقت تو بلاشبہ اس سے بھی بلند و ارفع ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا
(آل عمران)

اے پروردگار! بلاشبہ ہم نے پکارنے والے کی پکار کو سنا جو ایمان کے لیے ہے۔ وہ یہ کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔ پس ہم ایمان لے آئے۔

یہ صحیح ہے کہ "منادی" سے ذاتِ قدسی صفات (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی مراد ہے مگر اس کے باوجود قرآن کو "منادی" کہنا اشکال کا موجب نہیں ہے اس لیے کہ منادی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"

مدارِ حق جب کہ "ایمان برب العٰلمین" ہے تو اس مدار کا مصداق جس طرح پیغمبرِ خدا کی شخصیت ہو سکتی ہے اُسی طرح وہ کتاب بھی اس کا مصداق بن سکتی ہے جس کو کلامِ الٰہی کہہ کر پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) امت کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو اپنے اعجازِ بلاغت و فصاحت اور معجزانہ اسلوبِ بیان کے ساتھ راہِ ہدایت و سعادت کی جانب پکار پکار کر ہم گم کردگانِ راہ کو راہِ مستقیم سے روشناس کراتی ہے۔

علم و عمل

پھر اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار اور ہر قسم کے معاملات و امور کا مدار دو حقیقتوں پر ہوتا ہے ایک علم اور دوسری عمل۔ اس لیے کہ اگر علم حاصل ہے مگر عمل مفقود تو وہ "علم" تعطل اور بے کاری کی نذر ہو جائے گا اور اگر عمل موجود ہے مگر "علم" سے محرومی ہے تو وہ عمل کہیں مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتا بلکہ موجبِ نقصان و خسران بن جائے گا تو یوں سمجھیے کہ دنیا کے امور کی گاڑی کے یہ دو پہیے ہیں کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی موجود نہ ہو گا تو گاڑی کا چلنا معلوم؟ پس اسی طرح دینی امور اور روحانی معاملات بھی ان ہی دو حقیقتوں کے اشتراک سے وابستہ ہیں اور ان دونوں کی صحت و سقم پر روحانی اور دینی امور کے صحت و سقم کا دار و مدار ہے۔

تو اب یہ دعویٰ بے دلیل نہ ہو گا کہ روحانی سعادت اور سرمدی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائناتِ انسانی کے لیے مسطورہ بالا دونوں حقیقتوں کا خلاصہ اور عطر عطا کر دیا ہے اور ان ہی ہر دو حقیقتوں کا نام مذہب کی اصطلاح میں قرآن اور اسوۂ حسنہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ قرآن علم ہے اور اسوۂ حسنہ عمل اور ان ہی کا مجموعہ سعادتِ ابدی اور فلاحِ سرمدی کے لیے کفیل ہے۔

اس حقیقت کا بیان ان الفاظ میں بھی کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو تصدیقِ نبوت و رسالت کے سلسلہ میں جو بھی معجزات عطا ہوئے وہ سب کے سب عملی تھے۔ مثلاً یدِ بیضا، عصاء موسیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دمِ عیسیٰ، ناقۂ صالح (علیہم السلام) اور اسی طرح کے دوسرے معجزات عملی معجزات تھے اور اس بنا پر اُن انبیاء علیہم السلام کے بعد یا اُن کی زندگی ہی میں اپنا مقصد پورا کر کے ختم ہو گئے اور اگرچہ نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت سے عملی معجزات دیے گئے مگر ان سب کے برعکس آپؐ کو قرآن ایسا معجزہ عطا ہوا جو علمی ہے اور اسی وجہ سے وہ ابدی و سرمدی پیغام ہے جس کے ختم اور فنا ہو جانے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

غرض وہ خدائے برتر کا معجز کلام کائناتِ جن و انس کی فلاح دارین کا مکمل نظام علوم و معارف کا گنجینہ، ایقان و اذعان کا خزینہ، حیاتِ سرمدی کا سرچشمہ اور نجاتِ ابدی کا ضامن ہے اور یہ صرف اس لیے کہ وہ "علم" ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ	اور اگر تم نے اُن کی خواہشوں
مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ	کی پیروی کی بعد اس کے کہ تم کو
الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ	پہنچ چکا "علم" تو بے شک تم بھی
الظّٰلِمِيْنَ ۝ (بقرہ)	بے انصافوں میں ہو گئے۔
فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ	پھر جو جھگڑا کرتے ہیں تم سے اس
بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ	قصہ میں بعد اس کے کہ آپہونچا تمہارے
(آلِ عمران)	پاس "علم" (سچی خبر)
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا	اور اسی طرح ہم نے اتارا یہ کلام
عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ	حکم عربی زبان اور اگر تم ان کی خواہش
بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ	کے مطابق چلے بعد اس کے کہ تم
مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ	کو "علم" پہونچ چکا تو کوئی نہیں تیرا
لَا وَاقٍ ۝ (رعد)	حمایتی اور بچانے والا اللہ سے۔

عدل! لیکن کسی کتاب یا دستور کو اگر صرف یہی شرف حاصل ہو کہ وہ "علم" ہے تو مقصدِ رشد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہدایت کے لیے یہ کافی نہیں ہے اور تشنۂ آبِ بقا کی سیرابی اور تسکین کا باعث نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ یہ بھی ثابت نہ ہو جائے کہ وہ "عدل" پر مبنی ہے اور جو علم ویقین اور اذعان وایقان اُس نے ہم کو عطا کیا ہے اُس کا ہر ایک فیصلہ اُس کی ہر ایک ترغیب وترہیب اُس کی ہر ایک تعلیم افراط وتفریط دونوں سے جدا سر تا سر "عدل" ہے۔

علماءِ لغت جب ظلم وعدل کے معنی بیان کرتے ہیں تو "وضع الشیٔ فی غیر محلہ۔ کسی شے کو اُس کے حقیقی مقام پر نہ رکھنا" کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں اور "وضع الشیٔ فی محلہ۔ ہر شے کو اُس کے حقیقی مقام پر جگہ دینا" عدل کہلاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اگر قرآن یہ نہ بھی کہتا کہ وہ "عدل" ہے تب بھی اس لیے عادل ہوتا کہ وہ خدائے حکیم وخبیر کا کلام ہے جو ظلم کے ہر ایک شائبہ سے وراء الوراء اور پاک ہے لیکن قرآن نے صرف اس عقلی استدلال ہی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس سے آگے صاف اور صریح الفاظ میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھا کہ قرآن کلامِ الٰہی ہے، اور بلا شبہ وہ "عدل" بھی ہے۔

اور یہ تو بارہا کہا جا چکا ہے کہ ان جیسے مقامات پر قرآن اسمِ فاعل کے صیغے استعمال نہیں کرتا بلکہ صفت کے صیغہ کو ترجیح دیتا ہے اس لیے کہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ وصف اُس کے اندر بدرجۂ تمام وکمال موجود ہے اور اس طرح موجود ہے کہ گویا موصوف اور صفت کے درمیان دوئی کا رشتہ بھی باقی نہیں رہا۔ اور اس مقام پر تو خصوصیت کے ساتھ اس لیے بھی اُس نے "عادل" کی جگہ "عدل" کے ساتھ تعبیر کیا کہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ قرآن اگر صرف عادل ہوتا اور عدل نہ ہوتا تو یہ کہنے کی گنجائش رہتی کہ کسی عادل اور منصف کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی بھی حالت اور کسی بھی وقت میں عدل کے خلاف نہیں کر سکتا یا نہیں کہہ سکتا کیونکہ بہت سے عادل گاہے نادانستہ ہی عدل کے خلاف کہہ گذرتے یا کر گذرتے ہیں۔ تاہم چونکہ اُن کے اندر یہ وصف اکثر وبیشتر موجود پایا جاتا ہے اس لیے اُس کو عادل ہونے سے خارج نہیں کیا جاتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر قرآنِ حکیم چونکہ وہ عادل نہیں ہے کہ جس کا وصفِ عدل کبھی دانستہ یا نادانستہ اُس سے جدا ہو جاتا ہو بلکہ اُس کا ہر ایک نقرہ اور ہر ایک جملہ عدل ہی عدل ہے تو اس لیے ضروری ہوا کہ اُس کو "عادل" نہ کہا جائے بلکہ "عدل" کہا جائے تاکہ ہر ایک شخص بآسانی یہ سمجھ جائے کہ قرآن کے دائرہ میں عدل، قرآن ہے اور قرآن، عدل ہے گویا لازم و ملزوم میں انفکاک وجدائی ممکن ہے لیکن قرآن اور عدل کے درمیان مفارقت محال اور ناممکن ہے اسی لیے قرآنِ عزیز نے بڑی اہمیت مگر معجزانہ اختصار کے ساتھ اس حقیقت کو اس طرح ادا کیا ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ	اور تمہارے پروردگار کی بات
صِدْقًا وَّعَدْلًا (الانعام)	پوری سچی ہے اور انصاف کی

غرض جو بات یا جو حقیقت نقص وخام کاری سے پاک، افراط و تفریط سے بالاتر، بے محل وبے موقع ہونے سے بلند و بالا اور ہر حیثیت سے اعتدال وانصاف گیر ہو اُس کا نام "عدل" ہے اور یہی ہے وہ عدل جس کو اس آیت میں قرآنِ حکیم کی صفت ظاہر کیا گیا ہے اور یہی صفت اس کی دلیل ہے کہ قرآن ابدی پیغام اور سرمدی قانون ہے کیونکہ بقاء اصلح کے قانون کا تقاضا ہے کہ جب کوئی شے اپنی جگہ چھوڑ دے اور بے محل ہو جائے تو گویا اُس نے جگہ نہیں چھوڑی اور بے محل نہیں ہوئی بلکہ اُس نے اپنے فناء کے پیغام پر دستخط کر دیے اور وہی شے بقاء ودوام کا مقام حاصل کر سکتی ہے جو ہر حیثیت سے با محل، کامل، تام، صادق، اور عادل ہو اور جس میں یہ تمام صفات یک جا جمع ہوں تو وہ صادق وعادل ہی نہیں ہے بلکہ "صدق" و "عدل" ہے اور بقاء دوام اور حیاتِ مدام کی ہمدم ورفیق۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت شاہ فخرالدین دہلویؒ

از

جناب پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی۔ ایم، اے

محمد شاہ کی دلی ہے۔ زوال و انحطاط کے آثار ہر طرف نمایاں ہیں۔ قتل و غارت گری کا دور دورہ ہے۔ سکھ اور مرہٹے ہر طرف لوٹ مار کرتے پھر رہے ہیں۔ نادر شاہ کا قتلِ عام اسی سرزمین پر ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ہچکیاں لے رہا ہے اور دم توڑنا ہی چاہتا ہے جس دور کی ابتدا ایبک و التمش کی رزم آرائیوں سے ہوئی تھی وہ آج محمد شاہ کی بزم آرائیوں اور ہنگامہ ہائے ناؤنوش میں ختم ہو رہا ہے۔ فلسفہ تاریخ کے مفکر کی یہ صدا فضاؤں میں گونج رہی ہے۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر (اقبال)

اس سیاسی بدامنی اور اخلاقی پستی کے زمانہ میں اللہ کے کچھ بندے درس و تدریس کے کام میں مشغول ہیں، ہوا تیز و تند ہے لیکن وہ اپنا چراغ جلا رہے ہیں طوفان امنڈتا چلا آرہا ہے لیکن وہ ہمت نہیں ہارتے اور اپنے کام میں اسی طرح مشغول ہیں۔ دہلی میں جس کا عالم بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے یہ تھا۔

بِهَا مَدَارِسُ لَوْ طَافَ لَبَصِيْرُ بِهَا ... لَمْ تَنْفَعْ عَيْنَهُ إِلَّا عَلَى الصُّحُفِ

جس طرف نکل جائیے، اس میں مدارس نظر آئیں گے اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہوگا۔ (شاہ عبدالعزیز)

© rasailojaraid.com